استعمال کرنے کی شرط کے ساتھ گروی رکھنا کیسا؟

دار الافتاء اھلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر سے پانچ لاکھ (500000) روپے بطور قرض لیے، اور اپنی ایک ایکڑ زمین اس کے پاس بطور رہن (گروی) رکھی، دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ بکر زید کے قرض لوٹانے تک اس زمین کو کاشت کرے گا اور جب زید قرض واپس کرے گا تو بکر زمین واپس کرے گا، اب اس زمین میں بکر کی کاشت کی ہوئی فصل پک چکی ہے، تو اس کا عشر کس پر لازم ہوگا؟ زید پر یا بکر پر؟

جواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سوال کا جواب جاننے سے پہلے یہ بات جاننا بے حد ضروری ہے کہ شریعت کی رو سے کسی مسلمان کو قرض دے کر اس سے کوئی چیز مثلاً زمین، مکان، دکان وغیرہ استعمال کرنے کی شرط کے ساتھ گروی لینا ہر گز جائز نہیں، مقروض اسے استعمال کرنے کی اجازت دے دے تب بھی قرض کی بنیاد پر اسے استعمال کرنا، جائز نہیں، بلکہ یہ طریقہ سودی طریقہ ہے اور ناجائز و حرام ہے، کیونکہ اس میں قرض دیکر اس سے مشروط طور پر نفع اٹھانا پایا جاتا ہے اور قرض پر مشروط نفع لینا سود ہے۔

نیز فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق قرض کے بدلے منفعت کے لئے دی ہوئی زمین رہن نہیں ہوتی، بلکہ یہ اجارہ فاسدہ میں داخل ہوتی ہے، جس کے استعمال کے بدلے اُجرت مثل لازم ہوتی ہے اور ایسے معاملہ کو فوراً ختم کرنا لازم ہوتا ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں بکر پر لازم ہے کہ وہ فوراً یہ زمین زید کو واپس کرے اور بکر نے جتنی مدت زمین کو استعمال کیا، اتنے عرصے کا مارکیٹ ویلیو کے مطابق جو واجبی کرایہ بنتا ہے وہ بھی زید کو دے، نیز دونوں پر لازم ہے کہ سودی معاملہ میں گرفتار رہنے کے گناہ سے توبہ بھی کریں اور آئندہ بچتے رہنے کا پختہ ارادہ کریں۔

اور جہاں تک اس زمین میں بکر کی کاشت کی ہوئی فصل کے عشر کا تعلق ہے، تو اس فصل کا عشر بکر پر لازم ہے، کیونکہ شرعاً یہ زمین رہن نہیں، بلکہ بکر کے پاس بطورِ اجارہ ہے اور مُستاجَرہ (اجارہ پر لی ہوئی) زمین کا عُشر مفتیٰ بہ قول کے مطابق مُستاجِر (اُجرت پر لینے والے) پر ہوتا ہے۔

رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانے کے سود ہونے کے متعلق مصنف عبد الرزاق میں ہے: ”عن ابن سیرین قال: جاء رجل الی ابن مسعود فقال: إن رجلا رهنني فرسا فركبتها قال: ما أصبت من ظهرها فهو ربا“ ترجمہ: امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کسی بندے نے مجھے گھوڑا رہن کے طور پر دیا تھا، اس پر میں نے سواری کی، تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جو تم نے گھوڑے کی سواری سے نفع اٹھایا، وہ سود ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، جلد 08، صفحہ 245، مطبوعہ مکتبہ اسلامی، بیروت)

علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 1252ھ) لکھتے ہیں: ”عن عبد اللہ بن محمد بن اسلم السمرقندی و کان من کبار علماء سمرقند أنه لا یحل له ان ینتفع بشی منه بوجه من الوجوه و ان اذن له الراهن لانه اذن له فی الربا لانه یستوفی دینه کاملا فتبقی له المنفعة فضلا فیکون ربا“ ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن محمد بن اسلم سمرقندی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جو سمرقند کے بڑے علماء میں سے ایک تھے کہ مرتہن کو مرہونہ چیز سے کسی طور پر بھی نفع اٹھانا، جائز نہیں، اگرچہ راہن نے اس کی اجازت دی ہو، کیونکہ یہ سُود کی اجازت ہے، اس لئے کہ مرتہن اپنا قرض پورا وصول کرتا ہے اور منفعت اسے اضافی ملتی ہے، لہٰذا یہ منفعت سود ہے۔ (رد المحتار علی در مختار، کتاب الرھن، جلد 06، صفحہ 482، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سُنَّت، امام اَحمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: ”رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہ حرام اور خالص سود ہے، بلکہ اِن دیار میں مرتہن کا مرہون سے انتفاع بلاشرط بھی حقیقۃً بحکمِ عرف انتفاع بالشرط ربائے محض ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد 25، صفحہ 57، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

قرض پر مشروط نفع لینا سود ہے، چنانچہ کنز العمال کی حدیثِ پاک میں ہے: ”عن علی رضی اللہ عنه، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم: کل قرض جر منفعة فهو ربا“ ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ہر وہ قرض جو نفع کھینچ لائے ، وہ سود ہے ۔ (کنز العمال، جلد 6، صفحہ 238، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

سود کی حرمت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے : ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمہ کنز العرفان : اللہ پاک نے خرید وفروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ۔ (القرآن الکریم، پارہ 03، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275)

صحیح مسلم کی حدیثِ پاک میں ہے : ”عن جابر رضی اللہ عنہ، قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال: ھم سواء“ ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے ، کھلانے والے ، اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا : یہ سب گناہ میں برابر ہیں ۔ (صحیح مسلم، کتاب البیوع، صفحہ 620، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ صورت میں قرض کے بدلے بطور منفعت زمین لینا اجارہ فاسدہ میں داخل ہے ، چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات : 1252ھ) لکھتے ہیں : ”مسألة يجب التنبيه عليها الكثرة وقوعها في زماننا وقل من يعرفها وهي ما في الفصل الثالث من الخلاصة رجل استقرض دراهم من رجل فقال له اسكن في حانوتي فما لم أرد عليك دراهمك لا أطالبك بأجرة الحانوت والأجر الذي يجب عليك هبة فدفع المقرض إليه ألف درهم وسكن الحانوت مدة۔۔۔ الصحيح أنه يجب أجر المثل وفي الكبرى قال فخر الدين وعليه الفتوى ووجه لزوم الأجرة مع التصريح بإسقاطها أن المستقرض لم يسكنه في داره إلا بمقابلة منفعة القرض و ذلك لا يصلح عوضا فيجب أجر المثل، لأنه إجارة فاسدة۔۔۔ فاحفظ هذه المسألة فإنها مهمة“ ترجمہ : ایک مسئلہ جس سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے ، یہ ہمارے زمانے میں کثرت سے پیش آتا ہے ، لیکن بہت کم لوگ اس سے آشنا ہیں ، "خلاصہ" کی فصل ثالث میں ہے کہ ایک شخص نے کسی سے دراہم قرض لیے اور اس سے کہا تم میری دکان میں رہائش اختیار کرلو، جب تک میں تمہارے دراہم نہیں لوٹاتا ، اس وقت تک میں تم سے اجرت نہیں مانگوں گا ، جتنی اجرت تم پر بنے وہ تمہارے لیے تحفہ ہے ، لہٰذا قرض خواہ نے اسے ایک ہزار دراہم دے دیئے اور دکان میں ایک عرصے تک رہائش اختیار کرلی ۔ ۔ ۔ صحیح یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں اجرت مثل لازم ہے ، "کبریٰ" میں ہے : امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے ۔ صراحتاً اجارہ ساقط کردینے کے باوجود یہاں اجارہ اس وجہ سے لازم ہے کہ قرض دار اپنے مکان میں قرض خواہ کو مفت رہائش نہیں دے رہا، بلکہ قرض کی منفعت کے بدلے دے رہا ہے

اور یہ عوض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہٰذا اجرت مثل لازم ہوگی، کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے۔۔۔ اسے یاد کرلو یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ (العقود الدریہ، جلد02، صفحہ194، مطبوعہ کراچی، ملتقطاً)

یونہی فتاوٰی قاضی خان، فتاوٰی عالمگیری، فتاوٰی تتارخانیہ، محیط برہانی اور ردالمحتار علی درمختار وغیرہم کتب فقہیہ میں ہے۔

اسی طرح کے سوال کے جواب میں مفتی محمد نور اللہ نعیمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ **(سالِ وفات: 1403ھ/1982ء) لکھتے ہیں: "ہمارے حضرات فقہائے کرام نے ایسی صورتوں کو اجارہ فاسدہ کے مرتبہ میں قرار دیا ہے کہ اگر نفع اٹھائے، تو** اجر لازم **اور رہن نہ ہوگا، الحاصل اجرت مثل دے کر جان چھڑائے۔"** (فتاوی نوریہ، جلد04، صفحہ190، مطبوعہ دار العلوم حنفیہ، بصیرپور)

اجارے والی زمین پر عشر کے بارے میں نہر الفائق میں ہے: "اجرارضہ فالعشر علی المؤجر عندہ وقالا علی المستاجر" ترجمہ: کسی نے اپنی زمین اجارے پر دی، **تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر مالک زمین پر ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاشت کار پر ہوگا۔** (نھر الفائق، کتاب الزکاۃ، باب العشر، جلد1، صفحہ455، مطبوعہ کراچی)

مذکورہ اختلاف کو بیان کرنے کے بعد علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "فلا ینبغی العدول عن الافتاء بقولھما فی ذلک" ترجمہ: اس معاملے میں صاحبین کے قول سے عدول کرنا مناسب نہیں ہے۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ334، دار الفکر بیروت)

اسی بارے میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) لکھتے ہیں: "صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ عشر صرف کاشت کار پر ہے، اس پر فتوی دینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ان ملکوں میں جہاں اجرت نقدی ٹھہری ہوتی ہے، وہاں اسی پر فتوی ہونا چاہیے۔" (فتاوی رضویہ، جلد10، صفحہ203، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: OKR-0057

تاریخ اجراء: 25صفر المظفر1447ھ/20اگست2025ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)
www.fatwaqa.com
daruliftaahlesunnat
DaruliftaAhlesunnat
Dar-ul-ifta AhleSunnat
feedback@daruliftaahlesunnat.net